سید یونس الحسنی

خنگِ بے لگام

اس عہدِ نا ہنجار میں مکروہات کی عجیب و غریب فصلیں اُگ رہی ہیں۔ وطنِ عزیز اس معاندانہ پیداوار میں خود کفالت کو پہنچ چکا ہے۔ مجہول سیرتوں اور مضحک شکلوں کے مفکرین گروہ در گروہ ہیں۔ ان کے افکار زوال ہستی کی تیرگی میں غلطاں ہیں۔ ان کے نظریات کمال ہستی کی بے کلی کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ وہ گمراہی کو نوائے تازہ کا نام دیتے ہیں۔ مُردنی کے پوست کو زندگی کی ہماہمی پکارتے ہیں۔ یہ خراباتی اپنی بدمستیوں کو موسموں کی چلا چلی کہتے اور عشقِ رسالت کے کیف و سرور کو پُر امن فضاؤں میں کھلبلی قرار دیتے ہیں۔ تغافل شعاری کی حد ہے لیکن یہ غفلت نہیں ہمہ نوعی سرکشی کی انتہا ہے۔ اس سے بڑی شقاوت کوئی نہیں کہ سرکار رسالت پناہ ﷺ کا دامن عصمت بھی ایسے لقندروں کی تحریریں و تقریری آوارہ خرامیوں سے محفوظ نہیں رہا۔ حیلے بہانوں سے عشاقِ رسول ﷺ کو رگیدنا، اُن کی جاں سپاری اور فداکاری سے استہزاء کرنا ان کورِ چشمانِ فکرونظر کی عادت ثانیہ بن چکی ہے۔ ستم بالائے ستم یہ کہ اُنہیں روکنے ٹوکنے کی ہمت کسی میں نہیں۔ اگر کوئی جسارت کر بھی لے تو میڈیا اُسے کوئی جگہ نہیں دیتا۔ چنانچہ وہ دندناتے اور جلسوں، سیمیناروں میں اپنی تیار کردہ خوراک نثاد نوکو بانٹتے پھرتے ہیں۔ اُس کے لازمی نتیجے کے طور پر کھیت کھیت میں تیرگی پھیل رہی ہے۔ تہذیب کی فضاؤں میں چیلوں کے غول محوِ پرواز ہیں۔ بہت سے لوگ اس صورت حال پر سوچتے رہتے ہیں اور بہت سوں کو گویا سانپ سونگھ گیا ہے۔

''محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی''

گزشتہ دنوں اخبارات میں ایک بہت بڑے باپ کے بہت چھوٹے بیٹے کا بیان لوگوں میں خاصا زیرِ بحث رہا۔ جس کا لب لباب یہ تھا کہ

۱۔ ہماری تمام تر ناکامیوں کا سبب مذہبی انتہا پسندی ہے۔

۲۔ تہجد گزار خواجہ ناظم الدین کے خلاف تحریک کے اثرات ابھی تک قائم ہیں۔

۳۔ قادیانیوں کے خلاف تحریک امریکہ کے ایماء پر چلائی گئی تھی۔

۴۔ تحفظِ ختمِ نبوت کے نام پر چلنے والی اس پر تشدد تحریک نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔

۵۔ موجودہ دور میں جہاد کے نام پر اندرون و بیرون ملک دہشت گردی کی جا رہی ہے۔

۶۔ ۱۹۵۳ء کی تحریک تحفظِ ختمِ نبوت نے پاکستان میں بنیاد پرستی کا ڈول ڈالا۔

غور کیجئے! کس قدر بہکی بہکی باتیں ہیں، اس نئے دور کے مفکر کی۔ دُختِ رز کے شغال سے ایسی ہی توقع کی

جاسکتی ہے۔ راقم دیر تک سوچوں کے بحرِ قلزم میں غلطاں رہا۔ ایک سوال بڑی شدت سے قلب و ذہن میں مچلتا رہا اور وہ یہ کہ اس مفکرِ بے فکر کے عظیم مفکر باپ نے پنڈت نہرو کو خط لکھا کہ ''احمدی اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔ یہ کسی بھی جہت سے مسلمانوں کی نمائندگی نہیں کر سکتے''۔ اُنہوں نے یہ سب کس کے کہنے پر کیا تھا؟ کیا عبارت سرونسٹن چرچل اور روز ویلٹ نے لکھوائی تھی؟ کیا تحریک کشمیر ۱۹۳۱ء کے دوران اُنہوں نے ملکۂ برطانیہ کے ایماء پر مرزا بشیر قادیانی کو نکال کوئی کشمیر کمیٹی کی بنیاد رکھی اور احرار رہنماؤں کے ہم قدم ہوئے؟ راقم بر بنائے دیانت اس رائے کا اظہار کرنا چاہتا ہے کہ لیگی مفکرین اور سیاستدان ابھی تک تحریک تحفظِ ختمِ نبوت کی جلالت، سطوت، تمکنت اور اس کے رعب داب کا سامنا کرنے کے قابل نہیں ہو سکے۔ تیرہ ہزار شہدائے ناموسِ رسالت کا خون بے گناہی اُنہیں نکلنے نہیں دیتا۔ اُن کا دامن بری طرح داغدار ہے اور یہ انمٹ داغ ہے، جس کا وبال اُن کی سیاست کے ساتھ ساتھ اُن کی جانوں پر مسلسل نازل ہو رہا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ استعماریت کے چیلے چانٹے اپنے اپنے دائرہ کار میں اپنی اپنی بساط کے مطابق خود کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے اس تحریک کو کبھی اندرونی سازش کا نام دیتے ہیں اور کبھی بیرونی کارگزاری قرار دیتے ہیں۔ دراصل لاہور سے چٹا گانگ تک بہنے والے لہو نے ان جاروب کشانِ افرنگ کی نیندیں حرام کر رکھی ہیں۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

''جو چپ رہے گی زبانِ خنجر لہو پکارے گا آستیں کا''

خواجہ ناظم الدین کے ذاتی طور پر تہجد گزار ہونے کا ذکر چھپتا ہی نہیں۔ وہ گورنر جنرل تھے۔ مسلمان تھے۔ مگر پرلے درجے کے بزدل۔ وہ اپنی خوفزدگی کو مصلحت کوشی کا نام دیتے ہے۔ اُن مسلمانی کو کیا کریں۔ وہ تو حضور سرور کائنات ﷺ کی ردائے ختم المرسلینی کی حفاظت سے انکاری تھے۔ ان کا ایک ہی جواب تھا کہ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے سے امریکہ اور برطانیہ ہماری امداد خصوصاً گندم کی ترسیل روک دیں گے۔ ہم معاشی بدحالی کا شکار ہو جائیں گے۔ تاریخ کی عدیم النظیر مثال ہے کہ حضور ﷺ کا کلمہ پڑھنے والے حاجی نمازی مسلمان گورنر جنرل نے دامانِ مصطفیٰ سے وابستہ ہزاروں محبانِ ناموسِ رسالت کو خاک و خون میں تڑپا دیا، اُن پر جور و ستم کی انتہا کر دی گئی۔ کئی ہزار شہداء کے لاشے جلا کر تاریکی میں اُن کی مقدس خاک دریائے راوی میں بہا دی گئی۔

کتنے توپوں سے باندھے اُچھالے گئے
کتنے راوی کی لہروں میں ڈالے گئے
کتنی ماؤں کی آنکھوں کے تارے گئے
جرمِ عشقِ رسالت میں مارے گئے
پھر بھی جذب و جنوں میں کمی نہ ہوئی

عشق کے مجرموں میں کمی نہ ہوئی

اے عہدِ حاضر کے ناخداؤ سنو! یہ لازوال قربانی کسی ایرے غیرے نتھو خیرے کے اشارے پر نہیں دی گئی تھی۔ یہ حُبِ رسول کا ثمرہ تھا۔ یہ اہلِ ایمان کا شعار تھا، یہ اہلِ وفا کی روایت کا تسلسل تھا۔ یہ شہدائے جنگِ یمامہ کی ریت کا ورِیریت نبھانے کا انداز پُرجلال و جمال تھا۔ یہ اُسامہ بن زیدؓ اور خالد بن ولیدؓ کے تہور کا اظہارِ نو ی تھا۔ تم اپنی خود فروشی کو چھپانے کے لئے جو چاہو، کرتے رہو لیکن تمہارے دلوں کی سیاہی تمہارے چہروں پر آ چکی ہے۔ دنیا میں تم ہمیشہ سے فرو ختنی ہو، عقبیٰ میں تاجدارِ ختمِ نبوتؐ کا سامنا کس طرح کرو گے۔ تم خنگِ بے لگام کی طرح چاروں طرف دولتیاں جھاڑتے پھرتے ہو۔ تمہیں اتنی خبر نہیں کہ ۱۹۵۳ء کے اس ذبح عظیم نے وطنِ عزیز کو ہولناک تباہی سے بچالیا تھا۔ تم جو مانگے تانگے افکار پر گزر اوقات کر رہے ہو۔ تم کلامِ اقبال کے کرگس ہو، جو عقابوں کے نشیمن میں نقب لگانے کی نامشکور سعی کر رہے ہو۔ اُس فلسفی شاعر نے سچ ہی کہا تھا۔ ؎

"باپ کا علم نہ بیٹے کو اگر ازبر ہو
تو پسر قابلِ میراثِ پدر کیونکر ہو"

ذرا اپنے دل کی اندھیر نگری میں حُبِ رسول کی روشنی کر کے دیکھو، تمہیں صاف اور دوٹوک انداز میں معلوم ہو جائے گا۔ کہ وطنِ عزیز پر قائم وبال خواجہ ناظم الدین جیسے استعماری ایجنٹ اور تاجِ برطانیہ کے خود کاشتہ پودے مرزائیت کے خلاف تحریک چلانے سے نہیں آیا۔ بلکہ اس تحریک کو خونخوار اعظم خان کے ذریعے کچلنے سے آیا ہے۔ اب بھی وقت ہے۔ باز آ جاؤ، اپنی ہرزہ سرائیوں سے، اپنی ہفوات بند کر دو، ورنہ یہ وبال پہلے سے زیادہ سخت ہو جائے گا۔ پاکستان میڈیا کے اس برخود غلط مفکر کو چیلنج ہے۔ وہ کوئی ٹھوس ثبوت پیش کرتے اور مذکورہ تحریک کا آغاز اس کے کسی بیرونی آقا کے اشارۂ ابرو پر کیا گیا تھا۔ راقم منتظر ہے۔

بقیہ از ص 50

☆ "ساری دنیا میری عزت کرتی ہے اور تم مجھے پانی لانے کے لئے کہہ رہے ہو" خاتون کونسلر نے اپنے میاں کی پٹائی کر دی۔ (ایک خبر)

شیخ صاحب گھر سے نکلے اور مجھ سے کہہ دیا
آپ بی اے پاس ہیں اور بندہ بی بی پاس ہے۔

☆ اسلامی معاشرے کے لئے خواتین کی شرکت یقینی بنائی جائے۔ (شاہین عتیق)

بہت کچھ بن کے بھی تو پھر وہی عورت کی عورت ہے
چراغِ خانہ ہی بن کر نباہ لیتی تو اچھا تھا

☆ فیصل مختار کی رہائش گاہ پر اجتماع۔ مفتی عبدالقوی نے دعا کرائی۔ (ایک خبر)

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی